ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.3 2024

یورپ میں اقبال کے اساتذہ؛ تحقیقی مطالعہ

Iqbal's teachers in Europe; Research study

محمد سلیم اختر

معلّم، گورنمنٹ ہائیر سیکنڈری سکول، چک نمبر 53 ایم، لودھراں

طاہرہ آس

پی ایچ ڈی سکالر، لاہور لیڈز یونیورسٹی، لاہور

Abstract :

This scholarly exploration delves into the significant impact that European mentors had on the intellectual and philosophical maturation of Allama Muhammad Iqbal during his formative years in Europe, spanning from 1905 to 1908. It illuminates the pivotal role played by distinguished educators such as Professor Thomas Arnold, Professor Reynold Nicholson, and Professor Edward Granville Browne, whose guidance profoundly enriched Iqbal's grasp of Western philosophy, ethics, metaphysics, and literature. Furthermore, the study investigates how Iqbal adeptly wove Western philosophical ideas with Eastern spiritual traditions, a synthesis that vividly manifested in his poetry and philosophical musings. By meticulously examining Iqbal's academic engagements and the trajectory of his intellectual evolution under these esteemed mentors, this paper underscores their enduring influence on his perspective, positioning him as a vital conduit between Eastern and Western intellectual heritages. In doing so, it accentuates the crucial contributions of these educators in shaping Iqbal's philosophical outlook, which would go on to leave an indelible mark on his later literary and philosophical endeavors.

Keywords :

Allama Iqbal, European mentors, , Thomas Arnold, Reynold Nicholson, Edward Granville Browne, Western philosophy, Persian metaphysics, intellectual growth, spiritual synthesis

ڈاکٹر علامہ محمد اقبال کی شخصیت علمی و فکری جستجو کا آئینہ تھی۔ انھیں ابتدا ہی سے تعلیم کے میدان میں ترقی کا شوق تھا، جو وقت کے ساتھ مزید گہرا ہوتا گیا۔ یہ شوق ان کے علمی سفر میں ایک نئی جہت لایا، جب انھوں نے گورنمنٹ کالج لاہور سے تعلیمی رخصت لے کر یکم ستمبر 1905ء کو یورپ کے لیے روانگی اختیار کی۔ اس سفر کا مقصد اعلیٰ تعلیم حاصل کرنا اور اپنے فکری ذوق کو جلا بخشنا تھا۔ یورپ کی جانب روانگی سے قبل اقبال نے دہلی میں قیام کیا اور حضرت نظام الدین محبوب الٰہی کے آستانے پر حاضری دی۔ وہاں انھوں نے اپنی نظم "التجائے مسافر" پڑھ کر اپنی علمی جستجو کے ساتھ روحانی رہنمائی کی طلب کا اظہار کیا۔ انھوں نے دعا کی کہ یورپ کی گہما گہمی میں ان کے ذوقِ استفہام کو تسکین اور دل کی بے تابی کو سکون ملے۔ دہلی میں ہی اقبال نے حضرت امیر خسرو اور مرزا غالب کے مزارات پر حاضری دی، جو ان کے ادب اور روحانیت سے لگاؤ کی علامت ہے۔

اقبال نے 24 ستمبر 1905ء کو لندن پہنچ کر وہاں ایک رات شیخ عبد القادر کے ساتھ گزاری اور اگلے روز کیمبرج یونیورسٹی کے مشہور ٹرنٹی کالج میں داخلہ لیا۔ ٹرنٹی کالج میں اقبال نے فلسفہ کے مشہور استاد پروفیسر میک ٹیگرٹ کے زیرِ سایہ اپنی علمی بنیادوں کو مزید پختہ کیا۔ یہاں اقبال کو پروفیسر براؤن اور پروفیسر نکلسن ایسے مشرقی علوم کے ماہرین کی صحبت بھی میسر آئی، جنھوں نے اقبال کے علمی افق کو وسعت دی۔ کیمبرج میں بی اے مکمل کرنے کے بعد اقبال نے قانون کی تعلیم کے لیے لندن کے مشہور لاء کالج لنکن ان میں داخلہ لیا، لیکن ان کی علمی جستجو انھیں جرمنی لے گئی۔ 25 اگست 1908ء کو اقبال میونخ یونیورسٹی پہنچے، جہاں انھوں نے فلسفہ میں پی ایچ ڈی کے لیے "ایران میں فلسفہ مابعد الطبیعات کا ارتقا" کے موضوع پر کام کیا۔ اقبال نے جرمن زبان میں اتنی مہارت حاصل کی کہ پی ایچ ڈی کے لیے زبانی امتحان جرمن زبان میں دیا اور نومبر 1908ء میں ڈاکٹریٹ کی ڈگری حاصل کی۔ یہ ڈگری اقبال کے فلسفیانہ مقام کے تعین میں ایک سنگِ میل ثابت ہوئی۔

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.3 2024

اقبال کے یورپی اساتذہ میں پروفیسر میک ٹیگرٹ، پروفیسر براؤن، پروفیسر نکلسن، اور پروفیسر آرنلڈ ایسے بڑے نام شامل ہیں۔ یہ اساتذہ اقبال کی فکری نشوونما میں مرکزی حیثیت رکھتے تھے۔ پروفیسر آرنلڈ کی صحبت نے اقبال کو اسلامی فلسفہ کی گہرائیوں میں جھانکنے کی تحریک دی۔ پروفیسر براؤن اور نکلسن نے اقبال کی مشرقی علوم سے وابستگی کو مضبوط کیا، جبکہ پروفیسر میک ٹیگرٹ نے فلسفے میں ان کے تجزیاتی اور منطقی رجحان کو جلا بخشی۔ پروفیسر نثار احمد فاروقی کے بقول:

"کیمبرج میں اقبال کے اساتذہ میں ڈاکٹر میک ٹیگارٹ (MC TAGGART)، پروفیسر سورلی (W.R SORLEY) اور پروفیسر آر اے نکلسن (R.A NICHOLSON) تھے۔" (1)

یورپ کے قیام نے اقبال کو مغربی تہذیب اور اس کے اثرات کو قریب سے دیکھنے کا موقع فراہم کیا۔ انھوں نے مغربی مادیت پرستی، خود غرضی، اور قوم پرستی کے منفی پہلوؤں کو محسوس کیا۔ اقبال کی شاعری اور فلسفے میں مغربی تہذیب کی اس تنقید کا گہرا اثر ملتا ہے۔ انھوں نے مغربی اقوام کے سطحی نظریات کو مسترد کرتے ہوئے اسلامی تعلیمات اور اخلاقیات کو مسلمانوں کی بیداری کا واحد ذریعہ قرار دیا۔ یورپ میں قیام کے دوران اقبال نے اسلام اور اسلامی فلسفے پر مقالات لکھے اور اسلامک سوسائٹی کی تنظیم میں حصہ لیا۔ انھوں نے مسلم لیگ کی برٹش کمیٹی کی مجلس عاملہ کی رکنیت اختیار کی اور سید علی بلگرامی ایسی شخصیات سے تعلقات قائم کیے۔ ان کے فلسفیانہ اور شعری خیالات کو یورپی ماحول میں نئی سمت ملی، جس کا اظہار ان کی شاعری میں واضح ہے۔

مختلف کتب ورسائل کا مطالعہ کرنے کے بعد اقبال کے جن دیگر یورپی اساتذہ کا تذکرہ کیا جاتا ہے ان میں آرنلڈ، ولیم جیمز، فرٹز ہومل، تھیوڈور بیک، پروفیسر نکلسن، پروفیسر براؤن کے نام بھی شامل ہیں۔ اقبال کے اساتذہ میں سب سے نمایاں نام **پروفیسر تھامس آرنلڈ** کا ہے، جو ان کے استاد بھی تھے اور روحانی پیشوا بھی۔ آرنلڈ نے اقبال کو مغربی فلسفہ اور تہذیب کی گہرائیوں سے روشناس کرایا۔ اقبال کی فکری ترقی میں آرنلڈ کا بہت بڑا ہاتھ تھا۔ سر عبد القادر نے لکھا ہے کہ:

"1908ء میں اقبال نے شعر گوئی ترک کرنے کا ارادہ کر لیا تھا کہ وہ شاعری کو ہمیشہ کے لیے خیر باد کہہ کر اپنا وقت اور صلاحیت "کسی اور مفید کام" میں صرف کریں گے۔ انھیں اس ارادے سے طامس آرنلڈ نے ہی باز رکھا۔" (2)

پروفیسر تھامس واکر آرنلڈ، جن کا پورا نام سر تھامس واکر آرنلڈ ہے، ایک معروف برطانوی مستشرق اور تعلیمی ماہر تھے جنھوں نے اسلامی فنون لطیفہ اور تاریخ پر گہرائی سے کام کیا۔ آرنلڈ 19 اپریل 1864ء کو ڈیوینپورٹ، پلایماؤت، انگلینڈ میں پیدا ہوئے۔ انھوں نے سٹی سکول آف لندن اور میگڈلین کالج، کیمبرج میں تعلیم حاصل کی، جہاں انھوں نے یونانی اور لاطینی ادب میں آنرز حاصل کیے۔ آرنلڈ نے متعدد زبانوں میں مہارت حاصل کی، جن میں جرمن، اطالوی، فرانسیسی، روسی، ولندیزی، پرتگالی، ہسپانوی، عربی، فارسی، اور سنسکرت شامل ہیں۔ وہ 1888ء میں ایم اے او کالج علی گڑھ اور 1898ء میں گورنمنٹ کالج لاہور میں فلسفے کے پروفیسر مقرر ہوئے۔ اپریل 1899ء سے اگست 1902ء تک، وہ یونیورسٹی اورینٹل کالج کے قائم مقام پرنسپل بھی رہے۔ بقول پروفیسر نثار فاروقی:

"1898ء میں پروفیسر تھامس آرنلڈ گورنمنٹ کالج لاہور میں فلسفے کے استاد کی حیثیت سے آئے، یہاں وہ اورینٹل کالج کے پرنسپل اور ڈین آف دی اورینٹل فیکلٹی بھی رہے۔ اسی زمانہ میں علامہ کو ان سے فیض یاب ہونے کا موقع ملا۔" (3)

علامہ اقبال نے گورنمنٹ کالج لاہور میں فلسفے کی تعلیم پروفیسر تھامس آرنلڈ سے حاصل کی، جنہوں نے اقبال کی فکری رہنمائی میں کلیدی کردار ادا کیا۔ آرنلڈ نے نہ صرف اقبال کو اعلیٰ تعلیم کے لیے یورپ جانے کی ترغیب دی بلکہ اس وقت بھی ان کی حوصلہ افزائی کی جب اقبال نے شاعری ترک کرنے کا

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.3 2024

ارادہ کیا تھا۔ اقبال کیمبرج یونیورسٹی میں بی اے کے تحقیقی مقالے کے دوران آرنلڈ کی رہنمائی سے مستفید ہوئے، جس مقالے کو بعد ازاں ترمیم و اضافے کے ساتھ میونخ یونیورسٹی میں ڈاکٹریٹ کے لیے پیش کیا گیا۔ پروفیسر آرنلڈ کا انتقال 9 جون 1930ء کو ہوا۔ ان کی وفات کے بعد، علامہ اقبال نے 16 جولائی 1930ء کو لیڈی آرنلڈ کے نام ایک تعزیتی خط لکھا، جس میں انہوں نے آرنلڈ کے علمی اور روحانی اثرات کو خراجِ تحسین پیش کیا۔ یہ خط اقبال کی آرنلڈ سے گہری وابستگی اور ان کے فکری احسانات کا آئینہ دار ہے۔ اس میں کہتے ہیں:

> "یہ نقصان میرے لیے ذاتی نوعیت کا ہے اس لیے کہ یہ انھی کا فیضان تھا جس نے میری روح کی تربیت کی اور مجھے علم کی راہ دکھائی۔" اقبال سر تھامس سے بے حد متاثر تھے اور ان سے برابر خط و کتابت کرتے رہے بلکہ ان کی بیٹی نینسی کو بھی خط لکھتے رہتے تھے۔" (4)

اقبال نے اپنی تصنیف "The Development Of Metaphysics In Persia" پروفیسر آرنلڈ کے نام معنون کرتے ہوئے لکھا:

> "یہ چھوٹی سی کتاب اس ادبی اور فلسفیانہ تربیت کا پہلا ثمر ہے جو پچھلے دس برسوں میں مجھے آپ سے ملی ہے۔" (5)

آرنلڈ کو 1921ء میں سر کا خطاب ملا۔ وہ "Preaching of Islam" کے مصنف ہیں، جس کا اردو ترجمہ بھی ہو چکا ہے۔ انھوں نے انسائیکلوپیڈیا آف اسلام کے لیے بھی کام کیا۔ پروفیسر تھامس آرنلڈ کی زندگی اور کام اسلامی علوم اور مشرقی تہذیب کے مطالعے میں ان کی دلچسپی کی گواہی دیتے ہیں۔ ان کی تعلیمات نے نہ صرف اقبال بلکہ دیگر مسلم دانشوروں کی فکری ترقی میں بھی اہم کردار ادا کیا۔

پروفیسر رینالڈ ایلیین نکلسن (Reynold A. Nicholson)، جنہیں عام طور پر آر اے نکلسن کے نام سے جانا جاتا ہے، اسلامی ادب اور تصوف کے میدان میں نمایاں انگریز مستشرق تھے۔ وہ 18 اگست 1868ء کو پیدا ہوئے اور 27 اگست 1945ء کو وفات پائی۔ نکلسن اپنے زمانے کے ان غیر معمولی اسکالرز میں سے تھے جنھوں نے اسلامی علوم کو مغربی دنیا میں متعارف کروانے میں اہم کردار ادا کیا۔ انھیں فارسی ادب، اسلامی تصوف، اور بالخصوص رومی کی مثنوی کے غیر معمولی تراجم کے لیے جانا جاتا ہے، جو ان کے علمی کارناموں کی بنیاد سمجھے جاتے ہیں۔

نکلسن نے اپنی ابتدائی تعلیم ایبرڈین یونیورسٹی اور پھر ٹرینٹی کالج، کیمبرج سے مکمل کی۔ ان کی تدریسی زندگی 1901ء میں یونیورسٹی کالج لندن میں فارسی زبان کے پروفیسر کے طور پر شروع ہوئی۔ اس کے بعد 1902ء سے 1926ء تک انھوں نے کیمبرج یونیورسٹی میں فارسی کے لیکچرر کی حیثیت سے خدمات انجام دیں۔ بعد ازاں، 1926ء سے 1933ء تک نکلسن کیمبرج میں پروفیسر رہے۔ ان کی تدریسی خدمات نے اسلامی ادب کی تعلیم کو مغرب میں ایک نئی جہت دی۔

نکلسن کی تصانیف اسلامی علوم اور تصوف کے میدان میں گراں قدر حیثیت رکھتی ہیں۔ ان کی اہم کتابوں میں "A Literary History of the Arabs" اور "The Mystics of Islam" شامل ہیں۔ تاہم، ان کا سب سے نمایاں کام رومی کی مثنوی کا انگریزی ترجمہ اور تشریح ہے، جو 1925ء سے 1940ء کے دوران آٹھ جلدوں میں شائع ہوا۔ نکلسن نے مثنوی کے فارسی نسخے پر انحصار کرتے ہوئے نہ صرف اس کا ترجمہ کیا بلکہ اس کی تشریحات بھی فراہم کیں، جس نے اس کلاسیکی تصنیف کو مغربی قارئین کے لیے قابل فہم اور دلچسپ بنایا۔

پروفیسر نکلسن علامہ محمد اقبال کے علمی سفر میں ایک اہم مقام رکھتے ہیں۔ جب اقبال نے یورپ میں قیام کے دوران اپنے خیالات کو پروان چڑھایا، اس وقت نکلسن کی موجودگی ان کے لیے ایک قیمتی رہنمائی ثابت ہوئی۔ نکلسن، علامہ اقبال کے بی اے کے تحقیقی مقالہ کے ممتحن تھے اور وہ اقبال کی پہلی فلسفیانہ شعری تصنیف "اسرارِ خودی" سے خاص طور پر متاثر ہوئے۔ انھوں نے اس کتاب کا انگریزی ترجمہ "The Secrets of the Self" کے عنوان سے

کیا، جو 1920ء میں لندن سے شائع ہوا۔ یہ ترجمہ علامہ اقبال کو مغربی دنیا میں متعارف کروانے کا باعث بنا اور ان کے فلسفہ خودی کو مغربی قارئین تک پہنچایا۔ (6)

نکلسن کو نہ صرف رومی کی مثنوی بلکہ اقبال کی شاعری میں بھی تصوف اور فلسفے کی گہری جھلک نظر آئی۔ وہ اقبال کی فکری گہرائی کو سراہتے تھے اور ان کی شاعری کو اسلامی فلسفے کے ایک نئے زاویے سے دیکھتے تھے۔ اقبال اور نکلسن کے درمیان یہ فکری رشتہ اسلامی تصوف اور مغربی فلسفے کے امتزاج کی بنیاد پر استوار ہوا۔ پروفیسر نکلسن کے علمی کارنامے آج بھی اسلامی ادب اور تصوف کے مطالعے میں ایک بنیادی حوالہ سمجھے جاتے ہیں۔ ان کی کاوشوں نے اسلامی علوم کو مغربی دنیا میں متعارف کروانے کے علاوہ مشرقی اور مغربی فکری روایتوں کے درمیان ایک پُل کا کردار ادا کیا۔ اقبال ایسے عظیم شاعر اور فلسفی کے ساتھ ان کی وابستگی، ان کے کام کی علمی اہمیت کو مزید اجاگر کرتی ہے۔ پروفیسر نکلسن کے علمی کام، بالخصوص مثنوی اور اقبال کے فلسفے پر ان کے کام، نے انھیں اسلامی ادب کے ایک ایسے مستند اور بااثر اسکالر کے طور پر نمایاں کیا جو مشرقی اور مغربی دنیا کے درمیان فکری ہم آہنگی کے سفیر تھے۔ بقول پروفیسر نثار احمد فاروقی:

> ”پروفیسر نکلسن کا خصوصی میدان تحقیق تصوف اسلامی تھا۔ جلال الدین رومی کی مثنوی کا انھوں نے انگریزی ترجمہ کیا اور رومی کی حیات و افکار پر وہ سند کا درجہ رکھتے تھے۔ اقبال اس لحاظ سے بھی خوش قسمت ہیں کہ ان کی مثنوی ”اسرارِ خودی“ جو 1905ء میں لاہور سے چھپی تھی، اس کا انگریزی ترجمہ پروفیسر نکلسن نے کیا جو 1920ء میں میک ملن اینڈ کمپنی لندن نے شائع کیا۔ ایسی مثالیں بہت کم ملتیں ہیں کہ استاد نے اپنے شاگرد کی تصنیف کو اتنی اہمیت دی ہو۔ ڈاکٹر نکلسن کا انتقال 1945ء میں ہوا۔“
> (7)

پروفیسر ولیم جیمز(1842–1910) ایک ممتاز امریکی فلسفی اور ماہر نفسیات تھے، جنہیں Pragmatism یعنی نتائجیت کے بانی کی حیثیت سے جانا جاتا ہے۔ وہ جدید امریکی فلسفے کے معماروں میں شمار ہوتے ہیں اور ان کے علمی کارنامے آج بھی فلسفہ اور نفسیات کے میدان میں سنگِ میل کی حیثیت رکھتے ہیں۔ ان کے خاندان کا علمی ماحول ان کی فکری نشوونما میں معاون ثابت ہوا۔ ابتدائی تعلیم کے بعد انھوں نے ہارورڈ یونیورسٹی سے ایم۔ڈی کی ڈگری 1870ء میں حاصل کی، لیکن طبی میدان میں عملی کام کرنے کی بجائے انھوں نے تدریس کو اپنا پیشہ بنایا۔ جیمز نے ہارورڈ میں اپنی ساری زندگی تدریس کرتے ہوئے گزاری، جہاں وہ مختلف ادوار میں تشریح الاعضا، عضویات، نفسیات اور فلسفہ پڑھاتے رہے۔

ولیم جیمز نے اپنی تدریسی زندگی کا آغاز فزیالوجی کے انسٹرکٹر کے طور پر کیا، لیکن جلد ہی ان کا رجحان نفسیات کی طرف ہو گیا اور پھر آخر کار فلسفے میں نمایاں مقام حاصل کیا۔ ان کی شہرت کا بڑا سبب ان کا فلسفہ نتائجیت ہے، جو خیالات کی افادیت اور عملی نتائج پر زور دیتا ہے۔ جیمز کے مطابق، خیالات بذاتِ خود اشیاء کی تخلیق نہیں کرتے، لیکن وہ ان کے وجود میں آنے کے لیے راہ ہموار کرتے ہیں۔ یہ فلسفہ انسانی تجربات، حقیقت اور علم کی عملی افادیت کو مرکزیت دیتا ہے اور جیمز نے اسے مذہب، اخلاقیات اور روزمرہ زندگی کے مسائل پر لاگو کیا۔

نفسیات میں جیمز کا سب سے نمایاں کام ان کی کتاب "The Varieties of Religious Experience" ہے، جو مذہبی تجربات کے نفسیاتی تجزیے پر مبنی ہے۔ اس کتاب میں انھوں نے مذہب کو ذاتی تجربے کے طور پر دیکھا اور اس کے نفسیاتی پہلوؤں کا گہرا مطالعہ کیا۔ ان کا نظریہ تھا کہ مذہبی تجربات انسانی شعور کی گہرائیوں کو سمجھنے میں مدد دیتے ہیں اور وہ انسان کے اندرونی وجود کو تقویت بخشتے ہیں۔

ولیم جیمز کی فلسفیانہ اور نفسیاتی تعلیمات نے مشرقی دنیا، بالخصوص علامہ محمد اقبال، پر گہرے اثرات مرتب کیے۔ اقبال نے جیمز کی کتاب "The Varieties of Religious Experience" کو بہت سراہا اور اس کے اردو ترجمے ”وارداتِ نفسیاتِ روحانی“ کے لیے ڈاکٹر خلیفہ عبدالحکیم کو آمادہ کیا۔

جیمز کے خیالات نے اقبال کو مذہبی تجربات کی گہرائی کو بہتر سمجھنے اور مشاہدۂ باطن کو فلسفیانہ بنیاد فراہم کرنے میں مدد دی۔ اقبال نے جیمز کے نتائجیت کے فلسفے سے بھی استفادہ کیا، خاص طور پر اس پہلو سے کہ خیالات کی افادیت عملی زندگی میں ان کی کامیابی یا ناکامی سے جڑی ہوتی ہے۔ جیمز کے فلسفے نے اقبال کو مغربی فکر کے تنقیدی جائزے کی بنیاد فراہم کی، اور ان کی شاعری میں مذہبی تجربات اور روحانی بصیرت کو ایک نیا زاویہ دیا۔ اقبال کے مشہور افکار، جیسے خودی کا فلسفہ، جیمز کے نظریات سے ایک فکری ہم آہنگی رکھتے ہیں۔

پروفیسر جان ایلس میک ٹیگرٹ(J. M. E. McTaggart) (1866-1925)ایک ممتاز برطانوی فلسفی اور مثالیت پسند(Idealist) تھے، جنھیں ہیگل کے فلسفے پر مستند علمی مہارت کے باعث عالمی شہرت حاصل ہوئی۔ وہ کیمبرج یونیورسٹی کے ٹرینٹی کالج میں فلسفے کے پروفیسر تھے اور اپنی خوش گفتاری اور شاگردوں کے ساتھ گہرے علمی مباحث کے لیے معروف تھے۔ وہ فلسفیانہ روایت کے ایک اہم نمائندہ تھے اور ہیگل کے نظریات کی تشریح و تجزیے میں ان کا مقام بلند تھا۔ ان کی فکری بصیرت نے جدید فلسفے کے اہم سوالات، خاص طور پر حقیقت، زمان، اور وجود کے موضوعات پر گہرے اثرات مرتب کیے۔

پروفیسر میک ٹیگرٹ کا نام علامہ محمد اقبال کے فکری سفر میں ایک اہم سنگِ میل کی حیثیت رکھتا ہے۔ دورانِ طالب علمی، اقبال کو میک ٹیگرٹ جیسے علمی استاد کے زیرِ سایہ فلسفے کے گہرے موضوعات کو سمجھنے اور ان پر اظہارِ خیال کرنے کا موقع ملا۔ اقبال نے فلسفے کے موضوع پر اپنے خیالات کو عملی شکل دیتے ہوئے "حقیقتِ زمان" پر ایک مضمون تحریر کیا اور اسے میک ٹیگرٹ کی خدمت میں پیش کیا۔ میک ٹیگرٹ نے اقبال کے اس مضمون پر شدید تنقید کی، جس سے اقبال اس قدر دل برداشتہ ہوئے کہ انھوں نے اپنا مضمون ضائع کر دیا۔ لیکن حیرت کی بات یہ ہے کہ بعد میں جب فرانسیسی فلسفی ہنری برگساں نے تقریباً انہی خیالات کو اپنے فلسفے میں پیش کیا، تو میک ٹیگرٹ کو اس بات پر افسوس ہوا کہ ان کی تنقید نے اقبال کو ان کے نظریات ترک کرنے پر مجبور کیا۔

ڈاکٹر سعید اختر درانی کے مطابق، میک ٹیگرٹ اقبال کے "نگرانِ تحقیق" تھے اور ہیگل کے فلسفے کے حوالے سے ان کی رہنمائی نے اقبال کے فکری ارتقاء میں اہم کردار ادا کیا۔ اقبال کی شاعری اور فلسفے میں "جدوجہد" اور "معرکۂ ضدین" (تضاد کا فلسفہ) ایسے تصورات کو فروغ دینے میں میک ٹیگرٹ کی تعلیمات کا بڑا حصہ ہے۔ ان کی تعلیمات نے اقبال کو مغربی فلسفے کی باریکیوں کو سمجھنے اور مشرقی اور مغربی افکار کے درمیان ایک فکری ہم آہنگی پیدا کرنے کی صلاحیت بخشی۔ ڈاکٹر سعید اختر درانی کے بقول:

> "وہ اقبال کے "نگران تحقیق" تھے اور ہیگل کے فلسفے کے ایک نامور اور مستند عالم تھے۔ انھوں نے اقبال کے فلسفیانہ ارتقاء پر بہت گہرا اثر کیا اور اقبال کے فلسفے میں مستقل جدوجہد اور معرکہ ضدین کے جو آثار جا بجا ملتے ہیں وہ ممکن ہے انھوں نے شاید پہلے پہلے ڈاکٹر میک ٹیگرٹ ہی کے توسط سے حاصل کیے ہوں۔"(8)

میک ٹیگرٹ کے خیالات، بالخصوص ہیگل کے فلسفے کی تشریح، نے اقبال کو زندگی اور کائنات کے پیچیدہ سوالات کے جواب تلاش کرنے میں مدد دی۔ اقبال کی شاعری میں فلسفیانہ گہرائی اور جدلیاتی سوچ کے جو عناصر نظر آتے ہیں، ان میں میک ٹیگرٹ کی بصیرت کا عکس پایا جاتا ہے۔ اقبال کے تصورِ خودی اور ان کی شاعری میں پائے جانے والے متحرک فکری مباحث اس بات کی دلیل ہیں کہ میک ٹیگرٹ کی رہنمائی ان کے لیے ایک فکری اثاثہ ثابت ہوئی۔

پروفیسر میک ٹیگرٹ کے علمی کارنامے اور فلسفیانہ خدمات انھیں جدید مثالیت پسندی کے اہم ستونوں میں شامل کرتے ہیں۔ ان کی تصانیف اور تدریس نے فلسفے کے متعدد میدانوں میں تحقیق کو فروغ دیا۔ میک ٹیگرٹ اور اقبال کا رشتہ استاد اور شاگرد سے کہیں بڑھ کر ہے۔ یہ ایک فکری مکالمہ تھا، جس نے اقبال کو فلسفہ، مذہب، اور شاعری کے میدان میں نئی راہیں تلاش کرنے کے لیے مہمیز دی۔ ان کی تعلیمات اقبال کی شخصیت سازی اور فکری تعمیر میں سنگِ میل کی حیثیت رکھتی ہیں۔

پروفیسر فرٹز ہومل(Fritz Hommel) جن کا شمار علامہ اقبال کے ممتاز اساتذہ میں ہوتا ہے، ایک جرمن ماہرِ کتب خانہ اور اسلامی فلسفہ و مابعدالطبیعات کے محقق تھے۔ انھوں نے لائپزگ یونیورسٹی سے تعلیم حاصل کی اور بعد ازاں میونخ کے کتب خانے میں علمی خدمات انجام دیں۔ 1885ء میں انھیں جرمن یونیورسٹی میں اسسٹنٹ پروفیسر مقرر کیا گیا، اور 1892ء میں وہ اپنے تعلیمی کیریئر میں مزید ترقی کرتے ہوئے فلسفیانہ تحقیق کے میدان میں نمایاں ہوئے۔ (9)

پروفیسر ہومل کی رہنمائی علامہ اقبال کی فکری و تحقیقی ترقی میں سنگِ میل کی حیثیت رکھتی ہے۔ اقبال نے اپنے ڈاکٹریٹ کے مقالے "The Development of Metaphysics in Persia" پر ان کی زیرِ نگرانی کام کیا۔ یہ مقالہ فارسی مابعدالطبیعات کی تاریخ پر ایک گہری تحقیق ہے، جس میں اقبال نے ایرانی فلسفے کے ارتقاء اور اسلامی فکر کے تناظر میں اس کی تشریح پیش کی۔ پروفیسر ہومل کی تعلیمی بصیرت نے اقبال کو مشرقی فلسفے، بالخصوص ایرانی مابعدالطبیعات کے تاریخی و فکری پہلوؤں کو گہرائی سے سمجھنے کا موقع دیا۔ انھوں نے اقبال کی تحقیقی مہارت کو نہ صرف نکھارا بلکہ انھیں مغربی فلسفے کے ساتھ مشرقی افکار کے تقابلی مطالعے کا شعور بھی عطا کیا۔

پروفیسر ہومل کی رہنمائی نے اقبال کے فلسفیانہ اور تحقیقی انداز پر گہرا اثر چھوڑا۔ اقبال کی تصانیف میں جس گہرائی، وسعت، اور فلسفیانہ جامعیت کی جھلک ملتی ہے، وہ پروفیسر ہومل کی رہنمائی کا مظہر ہے۔ اقبال کے فلسفہ خودی، عشق، اور مابعدالطبیعات کے تصورات میں مشرقی و مغربی فلسفے کی جو ہم آہنگی نظر آتی ہے، وہ اسی علمی تربیت کا نتیجہ ہے۔ پروفیسر ہومل کی تعلیمی رہنمائی نے اقبال کو تحقیق و تفکر کی اعلیٰ منازل تک پہنچایا اور انھیں ایک عالمی شاعر اور فلسفی کے طور پر اپنی شناخت بنانے کا موقع دیا۔ ہومل کی رہنمائی میں اقبال نے اپنی تحریروں میں فلسفیانہ گہرائی اور تاریخی شعور کو پروان چڑھایا، جو اِن کی شاعری اور فلسفہ دونوں میں نمایاں ہے۔

پروفیسر ہومل کا علمی و تحقیقی کردار نہ صرف اقبال کی فکری زندگی میں اہمیت رکھتا ہے بلکہ وہ اسلامی فلسفے اور ایرانی مابعدالطبیعات کی تفہیم کے لیے بھی ایک سنگِ میل ہے۔ ان کی تعلیمات اور تحقیق نے اقبال کو مشرق و مغرب کے درمیان ایک فکری پل بننے میں مدد دی، جس کا اثر اقبال کی شاعری، فلسفے، اور مسلم دنیا میں ان کے فکری کردار پر آج بھی محسوس کیا جا سکتا ہے۔ پروفیسر ہومل کی تربیت کی بدولت علامہ اقبال نے مشرقی و مغربی فلسفے کو ایک وحدت میں پرو دیا، جس نے نہ صرف ان کی شاعری کو فکری گہرائی عطا کی بلکہ ان کے فلسفیانہ نظریات کو عالمی سطح پر مقبولیت بخشی۔

پروفیسر ایڈورڈ گرانویل براؤن(Edward Granville Browne) جو علامہ اقبال کے اساتذہ میں شامل تھے، مشرقی زبانوں، خصوصاً فارسی اور عربی کے مایہ ناز مستشرق اور محقق تھے۔ 7 فروری 1862ء کو پیدا ہونے والے براؤن نے اپنی ابتدائی تعلیم یونیورسٹی کالج، لندن سے حاصل کی اور بعد ازاں پمبروک کالج، کیمبرج میں اپنی تعلیمی صلاحیتوں کو نکھارا۔ براؤن کی تحقیقی و تدریسی خدمات نے فارسی ادبیات اور مشرقی تہذیب کے مطالعے میں ایک سنگِ میل کا کردار ادا کیا۔

براؤن نے کیمبرج یونیورسٹی میں فارسی زبان کے پروفیسر کے طور پر اپنی خدمات انجام دیں۔ وہ ایران، ترکی، اور ہندوستان کا سفر کرتے رہے تاکہ مشرقی زبانوں اور ادبیات کے حوالے سے اپنی تحقیق کو گہرائی اور وسعت دے سکیں۔ ان کی تصانیف، خصوصاً "Literary History of Persia" اور "The Persian Revolution of 1905-1909"، آج بھی فارسی ادب اور تاریخ کے مطالعے میں بنیادی حیثیت رکھتی ہیں۔ (10)

"A Literary History of Persia" میں براؤن نے فارسی ادب کے مختلف ادوار کی تاریخ کو جامع انداز میں پیش کیا، جس نے مشرقی ادب کو مغربی قارئین کے لیے قابلِ فہم اور قابلِ قدر بنایا۔ دوسری جانب "The Persian Revolution of 1905-1909" میں انھوں نے ایران کے سیاسی اور سماجی انقلاب کی عکاسی کی، جو مشرقی تہذیب کے تاریخی شعور کو سمجھنے کے لیے ایک اہم ذریعہ ہے۔

حرف و سخن
ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.3 2024

علامہ اقبال نے اپنی تعلیم کے دوران ٹرینٹی کالج، کیمبرج میں پروفیسر براؤن کی رہنمائی سے استفادہ کیا۔ براؤن نے اقبال کو مشرقی ادبیات کے گہرے مطالعے کی ترغیب دی اور ان کی فارسی شاعری کی تحسین کی۔ براؤن کی رہنمائی نے اقبال کو فارسی ادب، فلسفہ، اور تہذیبی ورثے کی تفہیم میں مدد دی، جو ان کے فکری ارتقاء میں ایک اہم محرک ثابت ہوئی۔ اقبال کی فارسی شاعری، جس میں مشرقی حکمت اور روحانیت کے گہرے موضوعات نظر آتے ہیں، پروفیسر براؤن کی تعلیمات کا عکس پیش کرتی ہے۔ براؤن نے اقبال کو مشرقی ادب کے مختلف پہلوؤں، جیسے کہ تصوف، کلاسیکی فارسی شاعری، اور انقلابی فکر کے مطالعے کی جانب مائل کیا۔

پروفیسر براؤن کی تحقیقات مشرقی زبانوں اور ادبیات کے مطالعے میں ایک معیار کی حیثیت رکھتی ہیں۔ ان کی تحریریں مغربی دنیا میں مشرقی ادب اور فلسفے کی تفہیم کو فروغ دینے میں اہم کردار ادا کرتی ہیں۔ براؤن کی کتابیں آج بھی ان طلبہ اور محققین کے لیے ایک قیمتی سرمایہ ہیں جو مشرقی ادب کی گہرائی اور تنوع کو سمجھنا چاہتے ہیں۔ پروفیسر براؤن کی علمی رہنمائی نے اقبال کے فکری اور ادبی ارتقاء میں نمایاں کردار ادا کیا۔ براؤن نے اقبال کو مشرق اور مغرب کے فلسفے کے درمیان ایک پل کی حیثیت سے اپنی شناخت قائم کرنے کی ترغیب دی۔ براؤن کی تعلیمات کے زیر اثر اقبال نے فارسی شاعری کو اپنے فلسفیانہ خیالات کے اظہار کا ذریعہ بنایا اور مشرقی روحانی و تہذیبی ورثے کو عالمی سطح پر متعارف کروایا۔

علامہ اقبال کے اساتذہ میں شامل **پروفیسر ولیم رابرٹ سورلی**(W. R. Sorley) ایک نامور برطانوی فلسفی تھے جنھوں نے اخلاقیات اور نظریہ الوہیت کے میدان میں گراں قدر خدمات انجام دیں۔ ان کی پیدائش 4نومبر 1855ء کو ہوئی اور 28جولائی 1935ء کو وہ اس دنیا سے رخصت ہو گئے۔ پروفیسر سورلی نے کیمبرج یونیورسٹی سے اپنی تعلیم مکمل کی اور بعد ازاں وہیں نائٹ برج پروفیسر آف مورل فلسفہ کے عہدے پر فائز ہوئے۔

سورلی کا خاص میدان نظریہ الوہیت، اخلاقی اقدار، اور مابعد الطبیعیات تھا۔ ان کی تصانیف، جن میں "The The Ethics of "Naturalism"اور"Moral Values and the Idea of God" شامل ہیں، فلسفہ اخلاق اور نظریہ الوہیت کے موضوع پر بنیادی اہمیت رکھتی ہیں۔"The Ethics of Naturalism"میں سورلی نے اخلاقیات کی بنیادیں فطری نظریات پر رکھنے کے رجحان پر تنقید کی اور اخلاقی اقدار کے ماخذ پر غور کیا۔ اسی طرح"Moral Values and the Idea of God"میں انھوں نے اخلاقی اقدار اور تصورِ الوہیت کے باہمی تعلق پر روشنی ڈالی، جو فلسفہ اور مذہب کے سنگم پر ایک اہم کام سمجھا جاتا ہے۔

علامہ اقبال نے کیمبرج یونیورسٹی میں اپنی تعلیم کے دوران پروفیسر سورلی سے گہرا علمی استفادہ کیا۔ سورلی کی تعلیمات نے اقبال کو اخلاقیات، مابعد الطبیعیات، اور تصورِ خدا پر گہرائی سے غور کرنے کی تحریک دی۔ سورلی کی رہنمائی نے اقبال کے فلسفیانہ افکار خصوصاً ان کے تصورِ خودی اور الوہیت کے نظریات کی تشکیل میں ایک اہم کردار ادا کیا۔ اقبال نے اخلاقیات کو مذہبی اور فلسفیانہ زاویے سے دیکھنے کا انداز سورلی کے فلسفے سے اخذ کیا، جو ان کی شاعری اور فلسفے میں واضح طور پر جھلکتا ہے۔

کیمبرج میں سورلی کے ساتھ وقت گزارنے کے دوران، اقبال نے فلسفہ اخلاق کو گہرائی سے سمجھنے کے ساتھ ساتھ اس پر اپنی منفرد سوچ کو پروان چڑھایا۔ سورلی نے اقبال کو اخلاقی اقدار کے ماخذ، ان کے سماجی و مذہبی اثرات، اور ان کی فلسفیانہ بنیادوں پر غور کرنے کی رہنمائی فراہم کی۔ یہی اثرات اقبال کے تصورِ خودی اور انسان کے مقام و منزلت کے فلسفے میں جھلکتے ہیں۔ پروفیسر سورلی کی تحقیقات اور تعلیمی خدمات آج بھی فلسفہ اخلاق اور نظریہ الوہیت کے مطالعے میں ایک بنیادی حیثیت رکھتی ہیں۔ ان کی تحریریں ان فلسفیانہ سوالات کا جواب فراہم کرتی ہیں جو انسانی اخلاقیات اور ان کے خدائی تعلق پر مبنی ہیں۔ بقول سعید اختر درانی:

> "کیمبرج میں ان کے ایک اور استاد فلسفہ کنگز کالج کے پروفیسر سورلی تھے جن کا خاص میدان نظریہ الوہیت اور اخلاقی اقدار تھا۔" (12)

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.3 2024

پروفیسر سورلی کی رہنمائی نے اقبال کو مغربی فلسفے کی تنقید کے ساتھ ساتھ مشرقی فلسفے کے احیاء کی ترغیب دی۔ سورلی نے اقبال کو یہ سکھایا کہ فلسفے کو نہ صرف نظریاتی بلکہ عملی زندگی میں رہنمائی کے لیے بھی استعمال کیا جاسکتا ہے۔ اقبال کی شاعری اور فلسفہ میں اخلاقی اقدار، خودی، اور الوہیت کا جو امتزاج ملتا ہے، اس میں سورلی کی تعلیمات کا عکس واضح طور پر موجود ہے۔ پروفیسر ولیم رابرٹ سورلی کی تعلیمات نے فلسفہ اخلاق اور الوہیت کے مطالعے کو نئی جہتیں فراہم کیں، جو آج بھی فلسفہ کے طلبہ اور محققین کے لیے قیمتی سرمایہ ہیں۔ علامہ اقبال کی شخصیت اور فلسفے پر سورلی کے اثرات ان کے فکری ارتقاء کی کہانی کا ایک اہم باب ہیں۔

خلاصہ یہ ہے کہ علامہ اقبال کے یورپی اساتذہ نے ان کی فکری نشوونما میں ایک بنیادی اور انقلابی کردار ادا کیا۔ ان کی تعلیمات نے اقبال کو ایک جامع فلسفہ حیات فراہم کیا، جو ان کی شاعری اور فکر کے لیے ایک مضبوط بنیاد ثابت ہوا۔ اقبال کی تصانیف اور خیالات میں ان اساتذہ کی رہنمائی کے اثرات نہایت گہرے اور واضح ہیں، جنھوں نے اقبال کو مغربی فلسفے کی روشنی میں اپنی فکری سمت متعین کرنے میں مدد دی۔

اقبال نے اپنے یورپی اساتذہ، جیسے پروفیسر فرٹز ہومل، پروفیسر ایڈورڈ گرانویل براؤن، اور پروفیسر ولیم رابرٹ سورلی سے استفادہ کرتے ہوئے فلسفہ، اخلاقیات، اور مابعد الطبیعیات ایسے موضوعات پر گہری بصیرت حاصل کی۔ ان اساتذہ کی تعلیمات نے اقبال کو مغربی اور مشرقی فلسفہ کے درمیان ایک پل کے طور پر کام کرنے کا موقع فراہم کیا۔ اقبال نے اپنی شاعری اور فلسفے میں مغربی فکر کی خوبیوں کو شامل کیا، لیکن ساتھ ہی مغربی تہذیب میں موجود مادیت پسندی اور روحانی خلا پر بھی تنقیدی نظر ڈالی۔ ان کا یہ تجزیہ ان کے یورپی اساتذہ کی رہنمائی کے بغیر ممکن نہ ہوتا، جنھوں نے انھیں فلسفے کے مختلف پہلوؤں پر غور وفکر کرنے کی ترغیب دی۔

یورپ میں اپنے تعلیمی سفر کے دوران اقبال نے مغربی فکر کو نہایت قریب سے دیکھا اور اس کی خوبیاں اور خامیاں سمجھنے کی صلاحیت پیدا کی۔ مغربی فلسفہ اور تہذیب میں موجود مادیت پسندی اور روحانی خلا ان کے لیے تشویش کا باعث بنے۔ یہ تشویش ان کی شاعری میں واضح طور پر جھلکتی ہے، جہاں انھوں نے مغرب کے مادی رجحانات پر تنقید کرتے ہوئے روحانیت کی اہمیت کو اجاگر کیا۔ اقبال کی شاعری "خودی" ایسے تصورات میں ان کے یورپی اساتذہ کے اثرات محسوس کیے جاسکتے ہیں، جنھوں نے انھیں فکری گہرائی اور بصیرت عطا کی۔

اقبال نے مغربی فلسفہ کو محض نقل نہیں کیا بلکہ اسے اپنی مشرقی روحانیت اور تہذیبی پس منظر کے ساتھ ہم آہنگ کرکے پیش کیا۔ ان کے یورپی اساتذہ کی تعلیمات نے ان کی شاعری کو ایک فکری اور فلسفیانہ وسعت بخشی، جس نے اقبال کو ایک عالمی شاعر اور فلسفی کے طور پر متعارف کرایا۔ ان کی شاعری میں مغربی فلسفیانہ تصورات کا استعمال ان کے اساتذہ کے لیے اقبال کی گہری عقیدت کا مظہر ہے۔

اقبال کے یورپی اساتذہ نے ان کی فکری اور تخلیقی ترقی میں ایک سنگِ میل کا کردار ادا کیا۔ ان کی رہنمائی نے اقبال کو مغربی اور مشرقی فلسفے کے امتزاج کے ذریعے ایک منفرد اور جامع نظریہ حیات تشکیل دینے میں مدد دی۔ اقبال کی شاعری اور فکر میں ان اساتذہ کے اثرات ان کی تعلیمات کی گہرائی اور وسعت کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔ یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ اقبال کی عالمی شہرت اور فکری گہرائی میں ان کے یورپی اساتذہ کا کردار ناقابل فراموش ہے، جنھوں نے انھیں ایک فلسفیانہ اور شعری رہنما کے طور پر دنیا کے سامنے پیش کیا۔

حوالہ جات

1. پروفیسر نثار احمد فاروقی، اقبالیات یورپ میں، مشمولہ: ماہنامہ کتاب نما، دہلی، مئی 1998ء، ص10
2. ایضاً، ص9
3. ایضاً، ص10
4. پروفیسر نثار احمد فاروقی، اقبالیات یورپ میں، مشمولہ: ماہنامہ کتاب نما، دہلی، مئی 1998ء، ص10

5. ایضاً،ص8

6. https://urdu.arynews.tv/r-a-nicholson/، بوقت:15نومبر2024ء،رات9بجے

7. پروفیسر نثار احمد فاروقی، اقبالیات یورپ میں، مشمولہ:ماہنامہ کتاب نما، دہلی، مئی1998ء،ص10

8. ڈاکٹر سعید اختر درانی، اقبال یورپ میں، انجمن ترقی اردو ہند، دہلی،2004ء،ص108

9. https://www.facebook.com/allamaiqbalstamps/posts/1966062986877030/، بوقت:15نومبر2024ء، رات10بجے

10. https://hamariweb.com/articles/91099،بوقت:16نومبر2024ء،رات9بجے

11. https://www.dawnnews.tv/news/1172175،بوقت:16نومبر2024ء،رات11بجے

12. ڈاکٹر سعید اختر درانی، اقبال یورپ میں، انجمن ترقی اردو ہند، دہلی،2004ء،ص108